E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A.

Paper : **International Relations**

Module Name/Title : **International Relations**

DEVELOPMENT TEAM	
CONTENT	DDE / Dr. Zafar Alam
PRESENTATION	Dr. Zafar Alam
PRODUCER	Dr. Mir Hashmath Ali

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

//imcmanuu

REFERENCE ONLY

ساخت

1.0	مقاصد
1.1.0	19ویں صدی کے اواخر اور 20ویں صدی کی ابتداء کے درمیان دنیا کا سیاسی منظر
1.1.1	سامراجی طاقتوں کے اثرات
1.1.2	سامراجی ملکوں کے آپسی تنازعات
1.1.3	نوآبادیاتی رقابتوں کی وجہ سے نئے سامراجی ملکوں کے درمیان تنازعات
1.1.4	قوم پرستی کا پھیلاؤ
1.15	معاہدات اور جوابی معاہدات کی بنیاد
1.1.6	صنعتی سرمایہ داری کا عروج
1.1.7	دنیا کے دوسرے حصوں پر یورپ کا غلبہ
1.1.8	امریکہ اور جاپان کا عروج
1.1.9	جنگ کو ٹالنے کی کوشش
1.1.10	جنگ کی مساعی کو محدود کرنے کی کوششیں
1.1.11	بین الاقوامی تنظیموں کے قیام کی کوششیں
1.2	پہلی عالمگیر جنگ
1.3	نمونہ امتحانی سوالات

1.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

19ویں صدی کے اواخر اور 20ویں صدی کے اوائل کے دوران سیاسی منظر کی وضاحت کر سکیں۔

1.1.0 19ویں صدی کے اواخر اور 20ویں صدی کے درمیان دنیا کا سیاسی منظر

انیسویں صدی کے دوران اور بالخصوص 19 ویں صدی کے اواخر کے دوران یورپی سیاسی منظر کی سب سے اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں

(1) بعض پرانی اور بعض نئی سامراجی طاقتوں کا اثر

(2) قوم پرستی کے تصور کا پھیلاؤ جس کے نتیجہ میں ایک طرف جرمنی اور اٹلی جیسی نئی طاقتور ریاستیں ابھریں اور دوسری طرف قوم پرستی کی بنیاد پر بعض یورپی عوام نے ریاست کے موقف کا مطالبہ کیا۔

(3) **صنعتی سرمایہ داریت** کا عروج جس نے سامراجیت کے اثر میں راست طور پر اضافہ کیا

(4) دنیا کے دوسرے حصوں خصوصاً ایشیاء اور آفریقہ پر نوآبادیت اور سامراجیت کے ذریعہ یورپ کا غلبہ

(5) عالمی سیاست میں یو ایس اے اور جاپان جیسے غیر یورپی ممالک کی ذیلی لیکن بڑھتی ہوئی اہمیت

(6) جنگوں کو ٹالنے کی کوششیں۔

ہم ان نکات کو کچھ تفصیل میں بیان کریں گے تاکہ عالمی جنگ کے دور سے بین الاقوامی تعلقات کا پس منظر معلوم ہوسکے دراصل ان نکات کی تفصیل کے علاوہ یہہ ضروری ہوگا کے ان حالات کو بیان کیا جائے جن کے نتیجہ میں پہلی عالمی جنگ ہوئی اور ہم اس سبق میں بعد کے مرحلے میں ان حالات پر بحث کریں گے ۔

1.1.1 سامراجی طاقتوں کے اثرات

جدید دور میں بین الاقوامی تعلقات کی سب سے نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت نو آبادیت یا سامراجیت کا ترقی پانا ہے ۔ ایک ملک پر دوسرے ملک کے غلبہ کو وسیع معنی میں سامراجیت کہا جاسکتا ہے گو کہ سامراجیت کی اپنی بعض خصوصیات ہیں ۔ وسیع معنی میں سامراجیت نوآبادیت سے ابھری اور خود نوآبادیت قوم پرستی اور **سرمایہ داریت** سے ابھری ۔ عام طور پر اس کو تسلیم کیا گیا ہے کہ عالمی تاریخ کے دور جدید تک یعنی پندرویں اور سولھویں صدی میں اسپین ، پرتگال ، فرانس اور انگلینڈ جیسی بعض طاقتور ریاستیں ابھریں ۔ جدید دور میں ان ریاستوں کا عروج قوم پرستی کے عروج سے وابستہ رہا ہے ۔ یہہ قومی ریاستیں بہت طاقتور ہوگئیں اور انہوں نے خصوصاً سمندر پار نئے علاقوں کی دریافت کے ذریعہ اپنے کو **پھیلانا** شروع کیا ۔ ابتداء میں انگریزوں ، فرانسیسیوں ، اسپینیوں اور پرتگیزیوں نے ان نئی سرزمینوں پر اپنے لوگوں کو بھیج کر نوآبادیاں قائم کیں ۔ اس لئے اس طریقہ عمل کو نوآبادیت کہا جاتا ہے لیکن فوری بعد بڑے ممالک نے اپنی نوآبادیوں پر تسلط جمانا اور ان کا استحصال کرنا شروع کیا اس مرحلے کو سامراجیت کی شروعات کہا جاسکتا ہے ۔ درحقیقت اس خصوصی مفہوم میں سامراجیت 18 ویں صدی کے اواخر میں **صنعتی سرمایہ داریت** کے عروج سے وابستہ ہے تاہم عام طور پر نوآبادیت اور سامراجیت کو ایک ہی مفہوم میں سمجھا جاتا ہے اس طرح یورپ میں کئی سامراجی طاقتیں ابھریں لیکن ان سبھوں نے سمندر پار نوآبادیاں حاصل نہیں کیں۔ حقیقت میں یورپ کی

قدیم ترین سامراجی طاقتوں نے یورپ کے باہر نوآبادیاں حاصل نہیں کیں اور یہ 19 ویں صدی تک باقی رہیں ۔ یہ سامراجیت آسٹرو ہنگری سامراج ہے (جو مشہور Haps burg (ہاپس برگ) سامراج کا مختصر خلاصہ تھا) ان میں ترکی کی عثمانی شہنشاہیت ہے جس کے حکمران مسلمان فرمارواتھے اور روسی شہنشاہیت ہے جس کو رومانوف سامراج کہا جاتا ہے ۔ 19 ویں صدی کے پس منظر میں ان تینوں کو قدیم سامراجیتیں کہا جاسکتا ہے ۔ ان تینوں سامراجیتوں میں نمایاں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ سامراجیتیں مرکزی اور مشرقی یورپ میں طاقتور تھیں ۔ اگرچہ طاقتور سامراجی ممالک کی حیثیت عام نوعیت میں آسٹریا ، روس اور ترکی نے یورپی سیاست کو متاثر کیا لیکن ان کا خصوصی میدان اثر مرکزی اور مشرقی یورپ تھا ۔ ان قدیم شہنشاہتوں کا ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ 19 ویں صدی میں ان پر صنعتیانہ کا اثر کم سے کم رہا ۔ سامراجی حکمرانی لازمی طور پر ایک مضبوط ملک کی طرح تھی (جس پر ایک خاندان حکومت کرتا تھا) جو طویل عرصے تک عوام کے دوسرے گروہوں پر غالب و مسلط رہی ۔

ان شہنشاہیتوں کے برعکس 19 ویں صدی نے تین نئی سامراجیتوں برطانوی ، فرانسیسی اور جرمن سامراجیتوں کو ابھرتے دیکھا ۔ اصل میں یہ تینوں ایک ہی وقت نہیں ابھرے لیکن پھر بھی ان سب تینوں کو بعض اہم وجوہات سے نیا قرار دیا جاسکتا ہے ۔ پہلی بات یہ کہ وقت کے لحاظ سے یہ تینوں تین قدیم شہنشاہیتوں کے بہت بعد سامنے آئیں ۔ دوسری بات یہ کہ یہ نئی سامراجیتیں راست طور پر سرمایہ داریت کے عروج سے وابستہ تھیں اور ان کی سمندر پار سامراجیتیں تھیں جو جدید دور میں بحری طاقت کے ابھرنے کی وجہ سے وجود میں آئیں ۔

ہم اس سے پہلے اسپینی اور پرتگیزی سامراجیتوں کے عروج کا ذکر کرچکے ہیں تاہم یہ سامراجیتیں سمندر پار تھیں اور 19 ویں صدی تک بھی باقی رہیں اور یہ نہ قدیم شہنشاہیتوں کی طرح طاقتور تھیں اور نہ ہی (برطانیہ ، فرانس اور جرمنی کی) نئی سامراجیتوں کے برابر ۔

ان تین سامراجیتوں میں جرمن سامراج سب سے زیادہ نیا تھا ۔ خود جرمنی ایک قومی ریاست کی حیثیت سے 1870ء میں ابھرا لیکن ایک آزاد ریاست کے طور پر ایک مرتبہ وجود میں آنے کے ساتھ ہی جرمنی نہ صرف یورپ میں بہت طاقتور ملک بن گیا بلکہ جلد ہی ملک کے باہر نوآبادیات کا تقاضہ کرنے لگا اور انہیں حاصل کرنے لگا ۔ اس بات کو نوٹ کرنا اہم ہے کہ 19 ویں صدی کے اواخر تک سرمایہ داریت میں اضافے کے عمل کے ذریعہ جرمنی بہت تیزی سے اعلی صنعتی ترقی یافتہ ملک بن گیا ۔

یورپ میں چھ سامراجیتوں نے یورپی سیاست کی صورت گری میں بہت سرکردہ رول ادا کیا ۔ 19 ویں صدی کے یورپ میں ان سامراجیتوں کے رول کا مختصر جائزہ ضروری ہے ۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سامراجی طاقتوں کے درمیان تنازعات اکثر ان مسائل کا سبب بنے جنہوں نے یورپی سیاست کو متعین کیا ۔ یہ تنازعات کیا ہیں

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

نوآبادیت سے کیا مراد ہے ؟

____

____

____

____

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE
IMC LIBRARY
Hyderabad-34

1.1.2 سامراجی ملکوں کے آپسی تنازعات

یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ ریاستوں اور خصوصاً طاقتور شاہی ریاستوں میں شاہی خاندانوں کے جھگڑوں، علاقائی جھگڑوں اور معاشی نوعیت کے جھگڑوں کی وجہ سے تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ 19 ویں صدی میں یورپ کی شہنشاہیوں کے درمیان تصادمات مختلف نہیں تھے۔ اگرچہ کچھ عناصر کارفرما تھے ان نئے عناصر میں سب سے زیادہ اہم عنصر رعایا کے اوپر قوم پرستی کا اثر تھا اور جو ان شہنشاہوں کے زیر تسلط تھے اور ایسی حالت میں کئی صورتوں میں بعض شہنشاہیتوں نے دوسری شہنشاہیتوں کے خلاف قومی جدوجہد کی ہمت افزائی کی۔ بعض صورتوں میں بعض شہنشاہی طاقتوں نے دوسری شہنشاہی طاقت کو تباہ کرنے کی کوشش کی جب کہ دوسرے ممالک خود غرضانہ اسباب کے تحت اس شہنشاہی طاقت کو بچانے کے لئے آگے آئے۔ ہم اس بات کو ایسی چند مثالیں دے کر واضح کریں گے۔

ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے جرمنی کے عروج کے نتیجہ میں ایک طرف جرمنی اور دوسری طرف آسٹرین اور فرانسیسی شہنشاہیت تھیں اور ان کے درمیان تصادم ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آسٹریا اور فرانس دونوں جرمنی کے مختلف حصوں کے درمیان اتحاد کے ذریعہ ایک طاقتور جرمن ریاست کے وجود میں آنے کے مخالف تھے۔ ایک جرمن مدبر بسمارک کی طاقتور قیادت نے 1870 میں جرمنی کو متحد کیا جب کہ اس نے ایک بڑی جنگ میں فرانس کو شکست دے دی۔ بعد میں جرمنی اور فرانس ایک دوسرے کے شدید دشمن ہوگئے اس کا سبب یورپ میں علاقائی جھگڑے اور سمندرپار نوآبادیاتی رقابتیں تھیں۔ تاہم جرمنی اور آسٹریا اگرچہ ایک وقت ایک دوسرے کے دشمن تھے بتدریج دوست بن گئے۔

جرمنی کے عروج کے نتیجہ میں نیا جرمنی اور قدیم روسی شہنشاہیت کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی یہ شہنشاہیت جرمنی کے مشرق میں واقع تھی۔ یہ جھگڑا پھر اسی وجہ سے تھا کہ دونوں پولینڈ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ علاقہ جرمنی اور روس کے درمیان واقع تھا۔ ان کے جھگڑوں کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ روسی شہنشاہیت کا رویہ آسٹرو ہنگرین شہنشاہیت کے تعلق سے دوستانہ نہیں تھا اور جرمنی 19 ویں صدی کے اواخر تک عام لحاظ سے آسٹرو ہنگرین شہنشاہیت سے بہتر تعلقات رکھنے لگا تھا۔

ان شہنشاہی جھگڑوں میں سے ایک سب سے اہم جھگڑا روسی شہنشاہیت اور عثمانی ترکی شہنشاہیت کے درمیان تھا اس جھگڑے میں دوسری شہنشاہی طاقتوں کا رویہ بھی قابل ذکر ہے۔ ترکی شہنشاہیت یورپ کے کچھ حصوں یعنی جنوب مشرقی یورپ پر حکومت کر رہی تھی جسکو بلقان یا بلقانی جزیرہ نما بھی کہا جاتا ہے۔ ان علاقوں میں عیسائی آباد تھے اور ترک مسلمان تھے۔ جنوب مشرقی یورپ پر ان کی حکومت کا نتیجہ علاقہ بلقان میں عیسائی رعایا پر ترکوں کے مظالم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مزید یہ کہ اس علاقہ کی یورپی عیسائی آبادی ایک نسل سے تعلق رکھتی ہے جس کو سلاف کہا جاتا ہے اور روسی نسل سے روسیوں کا بھی تعلق ہے۔ جنوب مشرقی یورپ کے عوام گو کہ نسلاً سلاف تھے مختلف قوموں جیسے سرب، کروٹس، رومانین اور بلغار سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلئے روس جنوب مشرقی یورپ پر ترکوں کی حکمرانی کا مخالف تھا کیونکہ ترکی حکمران عیسائی مذہب کے مخالف تھے (جسکی حفاظت روسی شہنشاہ کرنا چاہتا تھا) اور سلاوی نسل سے تعلق رکھنے والے عوام پر ظلم ڈھارہے تھے۔ ایک اور اس سے

زیادہ اہم وجہ ترکی کی روسی مخالفت کی تھی ۔ جس کی وجہ سے روس ترکی شہنشاہیت کی تباہی کا خواہشمند تھا ۔ روس جنوب کی جانب اپنا اثر پھیلانا اور آبنائے باسفورس پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتا تھا جو بحر روم سے ملتی تھی لیکن روی شہنشاہیت ان آبناوں کو کنٹرول کرتی تھی اور روسی توسیع پسندی کے راستے میں واحد بڑی رکاوٹ بنی ہوئی تھی ۔

19 ویں صدی کے دوران پہلی عالمگیر جنگ تک روسی اور ترکی شہنشاہیتوں کے درمیانی جھگڑے بلاوقفہ جاری رہے ۔ دوسری یورپی طاقتوں نے ترکی شہنشاہیت کا ساتھ دیا ایک لحاظ سے یہ عجیب و غریب صورتحال تھی چوں کہ یہ شہنشاہیتیں عیسائی تھیں اوران میں سے چند جیسے برطانیہ اور فرانس جمہوری تصورات کے حامی تھے انھیں جنوب مشرقی یورپ پر ترکی حکمرانی کی مخالفت کرنا چاہیئے تھا لیکن فرانس اور انگلینڈ کو زیادہ فکر یہ تھی کہ روس کو طاقتور بننے سے روکا جائے ۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر روس جنوب مشرقی یورپ پر کنٹرول حاصل کرلے اور بحیرہ روم میں طاقتور بن جائے تو ان کے اثرات اور مفادات کو نقصان پہنچے گا ۔ یہ بات مشہور ہے کہ انگلستان کیلئے بحیرہ روم پر کنٹرول بڑی اہمیت رکھتا تھا کیونکہ یہ اسکے سامراجی ریاستوں میں شہ رگ کے برابر تھا ۔ یہی سب سے زیادہ اہم وجہ تھی کہ برطانیہ نے ترکی کو مکمل تائید دی اگرچہ کہ ترکی یورپی رعایا پر ظلم ڈھا رہا تھا ۔ اس مسئلے کو مشرقی سوال بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ترکی یورپ کے مشرق میں ہے اور انگلستان اور فرانس جیسے ممالک کیلئے ترکی شہنشاہیت کے مسائل سے کس طرح نمٹا جائے یہ سب سے اہم سوال بنا رہا ۔

آسٹریا اور جرمنی بھی روس کے خلاف ترکی کی تائید کررہے تھے ۔ روس اور ترکی کے درمیان اور دوسری بڑی طاقتوں کے مفادات کے درمیان تصادم کے نتیجہ میں چند جنگیں بھی ہوئیں جن میں سب سے زیادہ اہم جنگ کریمیا ہے جس پر ہم بعد میں بحث کریں گے ۔

تاہم 20 ویں صدی کے اوئل تک بعض شہنشاہی طاقتوں کی پالیسیاں بدل گئیں ۔ مثال کے طور پر انگلینڈ اور فرانس روس کے دوست ہوگئے اور آسٹریا اور جرمنی کے دشمن ہوگئے ۔ یہ اہم تبدیلی دو وجوہات سے ہوئی پہلی یہ کہ برطانیہ اور فرانس جرمنی کے عروج سے خفاء اور خائف تھے ۔ اس لئے ان دونوں ممالک نے جرمنی اور آسٹریا کو روکنے کیلئے روس سے دوستی کی ۔ دوسری یہ کہ ترکی شہنشاہیت اور بھی کمزور ہوگئی تھی اور بلقان کے علاقہ میں کشیدگی اور تصادمات اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ برطانیہ اور فرانس اب ترکی کو تائید دینے کیلئے تیار نہیں تھے ۔

1.1.3 نوآبادیاتی رقابتوں کی وجہ سے نئے سامراجی ملکوں کے درمیان تنازعات

یہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ 19 ویں صدی تک امریکہ ، ایشیاء اور آفریقہ میں نوآبادیات کی وجہ انگلستان اور فرانس طاقتور نوآبادیاتی قوت بن چکے تھے ۔ بلجیم اور پرتگال جیسے دوسرے ممالک بھی تھے جن کی بالخصوص ایشیاء اور آفریقہ میں وسیع نوآبادیاں تھیں ۔ لیکن جرمنی اور اٹلی جیسی نئی ابھرنے والی طاقتور قومیں بھی نوآبادیات کیلئے کوشاں تھیں ۔ یہ نئے ممالک برطانیہ اور فرانس کے نوآبادیاتی مقبوضات پر حسد کرتے تھے چونکہ ایشیاء میں نئی نوآبادیات کے حاصل کرنے کا کوئی امکان نہیں تھا اسلئے جرمنی اور اٹلی نے افریقہ پر توجہ مبذول کی اسکے نتیجہ میں وہ بات واقع ہوئی جس کو افریقہ کیلئے رسہ کشی (Scramable for Africa) کہا جاتا ہے ۔

دوسری نوآبادیاتی طاقتوں کے لئے جرمنی جیسے ممالک کی تمناؤں سے سمجھوتا کرنے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ 1878 میں برلن میں ایک یورپی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آفریقہ کو یورپی طاقتوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ یہی بات جو یورپی طاقتیں اپنے درمیان افریقہ کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کر سکیں اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ کسطرح صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں آئی ہوئی معاشی ترقی کی وجہ سے یورپی ریاستیں دنیا کے دوسرے حصوں کے غریب عوام پر غلبہ حاصل کر سکتی تھیں۔ برطانیہ کو افریقہ کے مشرقی، جنوبی اور مغربی حصہ میں نوآبادیات ملیں۔ پرتگال کو جنوبی آفریقہ میں، بلجیم کو وسطی افریقہ میں واقع کانگو میں، جرمنی کو جنوبی افریقہ کے مشرقی ساحل اور جنوب مغربی افریقہ میں نوآبادیات دی گئیں اور اٹلی کو چند نوابادیات آفریقہ کے شمالی ساحل پر حاصل ہوئیں۔

برلن کانفرنس کے بعد بھی برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے درمیان کشیدگی جاری رہی بعض وقت ان کے درمیان بحرانی کیفیت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کے نقطہ تک پہنچ گئے۔

1.1.4 قوم پرستی کے تصور کا پھیلاؤ

قوم پرستی کا تصور دور جدید کے آغاز سے یعنی 19 ویں صدی تک نمایاں ہوگیا۔ اس کا اثر یورپ کے ایسے حصوں پر بھی پڑنا شروع ہوا جہاں کے عوام ابھی تک سامراجی حکومت کے تحت تھے۔ ہم اس حقیقت کو یورپ کے سامراجی ممالک کے درمیان نزاعات پر بحث کرتے ہوئے بیان کرچکے ہیں۔ اس حصہ میں ہم اس موضوع پر کچھ تفصیل سے بحث کریں گے۔

انقلاب فرانس سے قوم پرستی اور عوامی حکومت کے تصورات طاقتور اور متاثر کن بن گئے۔ قوم پرستی کے اثر کے تحت عوام کے مختلف گروہ نے جو خود کو ایک منفرد قوم سے تعلق رکھنے والے سمجھتے تھے ان ممالک پر اعتراض کرنے لگے جو ان پر حکمران تھے۔ عوامی حکومت کے نظریہ کے زیر اثر ان لوگوں نے اصرار سے کہنا شروع کیا کہ ان کو ایک الگ شناخت کا ملک بنانے اور عوامی نمائندگان کے ذریعہ خود اپنے پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے چنانچہ 19 ویں صدی میں قوم پرستی کا قدیم تصور جمہوری عوامی حکومت کے تصور کیساتھ مخلوط ہوگیا اس کا اثر یورپی سیاست پر بہت نمایاں تھا۔ درحقیقت قوم پرستی کے تصور کو 19 ویں صدی کی یورپی سیاست میں واحد اہم عامل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا تصادم اس وقت یورپ میں موجود شہنشاہی ریاستوں سے ہوا اور اس تصادم سے 19 ویں صدی اور اوئل 20 ویں صدی کی تقریبا تمام تبدیلیاں ابھریں۔

19 ویں صدی میں قوم پرستی کے عروج کا پہلا بڑا واقعہ اٹلی اور جرمنی میں ہوا۔ اگرچہ کہ فرانسیسی انقلاب نے قوم پرستی کے تصور کو مقبولیت بخشی، 1815 میں نپولین کی شکست کے بعد یورپ کی بڑی طاقتیں یورپ میں کچھ عرصہ کیلئے قوم پرستی کے عروج کو دبانے میں کامیاب ہوگئیں لیکن اسکو زیادہ دیر دبا کر نہیں رکھا جاسکا۔ 1848 میں جبکہ فرانس میں دوسرا انقلاب آیا یورپ کے کئی حصوں میں قوم پرست تحریکات قوت کیساتھ ابھر آئیں۔ یورپ کے حصہ میں بالخصوص جرمنی، اٹلی، پولینڈ اور وسطی اور جنوب مشرقی یورپ میں عوام خود حکمرانی کے تحت قومی ریاستیں قائم کرنے کے خواہشمند ہوگئے۔

اسوقت تک اٹلی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جن پر مختلف قسم کے حکمران حکومت کرتے تھے۔ قوم پرستی کے تصور کے اثر میں اور کاونٹ چاور Count Cavour اور سارڈینا کے بادشاہ (Piedmont) پائیڈماونٹ کی

قیادت میں 1860 تک اٹلی متحد ہو کر ایک واحد ریاست بن گیا۔ آسٹرین شہنشاہیت نے اس اتحاد کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہہ کام وہ نہ کر سکی یہاں قوم پرستی اور موجود شہنشاہیتوں کے درمیان تنازعہ نظر آتا ہے۔

جرمنی ایک دوسرا علاقہ تھا جو کئی چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں اور جاگیری علاقوں پر مشتمل تھا اور یہاں بھی متحد ہو کر ایک واحد ریاست بنانے کا جذبہ طاقتور تھا لیکن کئی مشکلات تھیں مثال کے طور پر آسٹریا اور فرانس جیسے ممالک جرمن اتحاد اور ایک طاقتور جرمن ریاست کے منظر عام پر آنے کے مخالف تھے کروشیا (کئی جرمن ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست) کی قیادت کے تحت اور مشہور کروشیائی مدبر بسمارک کی قابل رہنمائی میں 1870 میں جرمنی دو بڑی جنگوں کے بعد جس میں ایک فرانس کے خلاف تھی متحد ہوا۔ اگرچیکہ جرمنی قومی ریاست بعد میں بنی لیکن وہ اپنی آبادی معاشی وسائل اور تیز رفتار صنعتیانہ کی وجہہ سے ایک بہت ہی طاقتور ملک بن گیا۔ اس تبدیلی کیساتھ جرمن قوم یورپی سیاست میں سرکردہ رول ادا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ برطانیہ، فرانس جیسی دوسری بڑی ریاستوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش میں جرمن قوم نہ صرف طاقتور بنی بلکہ جارحانہ بھی ہو گئی۔ اس نے برطانیہ اور فرانس سے مقابلہ کرنے کی خاطر سمندر پار نوآبادیات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جرمنی میں صنعتی سرمایاداری کی ترقی کے نتیجہ میں بیرون ملک نوآبادیات کی طلب بڑھنے لگی۔ یہہ کہا جاسکتا ہے کہ جرمنی کی یہی پالیسی اور اس پالیسی کا دوسرے طاقتور ممالک کے مفادات سے ٹکراؤ بلاآخر پہلی عالمگیر جنگ کو برپا کرنے کا باعث بنا۔

جبکہ قوم پرستی اٹلی اور جرمنی میں کامیاب ہوئی وہ فوری طور پر وسطی یورپ میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ ہنگرین، زیک اور پولس Ploes، آسٹریلوی اور ترکی شہنشاہتوں کی حکمرانی کے خلاف لڑ رہے تھے۔ ان قوم پرستانہ تحریکات میں سے جنوب مشرقی یورپ کی تبدیلیاں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں

جسطرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے ترکی شہنشاہیت کی یورپی رعایا ترکی حکمرانی کو ناقابل برداشت محسوس کرتی تھی اور قوم پرستی سے جذبہ حاصل کرنے آزادی کا مطالبہ کررہی تھی روس اس مطالبہ کی تائید کررہا تھا۔ لیکن جنوب مشرقی یورپ کی قوم پرستانہ تحریکات کی تائید میں روس کے قدیم خود غرضانہ مفادات شامل تھے۔ دوسری طرف اس اندیشہ کی وجہہ سے کہ اگر ترکی شہنشاہیت منتشر ہوجائے تو روس بہت طاقتور ہوجائیگا۔ برطانیہ، فرانس، آسٹریا اور بعد میں جرمنی نے روسی پالیسی کی مخالفت کی۔ مثال کے طور پر جنگ کریمیا واقع ہوئی جس میں ایک جانب روس تھا اور دوسری جانب ترکی، برطانیہ اور فرانس۔ جب روس نے ترکی پر اس عذر کی بنیاد پر قبضہ کرلیا کہ ترکی حکومت یونانی آرتھوڈکس چرچ سے تعلق رکھنے والے جنوب مشرقی یورپ کے عیسائی عوام پر ظلم ڈھا رہی ہے یہہ جنگ صورتحال کی پیچیدہ نوعیت کو ظاہر کرتی ہے جس میں سامراجی رقابتوں کا بلقانی علاقہ کے قوم پرستانہ مقامی عزائم سے باہمی تعامل ہوا۔ جنگ کے بعد روسی ان ترکی علاقوں سے واپس ہوگئے جن پر انھوں نے قبضہ کیا تھا لیکن اس جنگ سے بلقان علاقے میں ترکی حکومت کے خلاف قوم پرستانہ تحریکات کی شدت بڑھتی گئی۔ 1877 میں بلغاروی عوام نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی ترکوں نے اس بغاوت کو سفاکانہ طریقہ پر کچل دیا۔ اس کو بہانہ بناکر روس نے دوبارہ ترکی پر حملہ کیا اور ایک اور مرتبہ یورپ کی دوسری بڑی طاقتوں نے روسیوں کے ہاتھوں ترکی کو مکمل شکست سے بچانے کیلئے سفارت کارانہ طریقہ سے مداخلت کی۔ جنگ کے بعد کے معاہدے کے تحت ترکی نے رومانیہ کو آزادی سربیا اور ماونٹی نیگرو کو خوداختیاری حکومت (ترکی کے دو بلقانی صوبے) اور آدھے بلغاریہ کو داخلی خودمختاری دینے پر رضامندی دیدی۔ یہاں یہہ دیکھا

جاسکتا ہے کہ جنوب مشرقی یورپ میں بھی قوم پرستی فتح یاب ہوئی اور یورپ میں ترکی شہنشاہیت ٹوٹنے لگی گوکہ ابھی جنوب مشرقی یورپ کے بعض حصوں پر اس کا قبضہ برقرار رہا۔

اس وقت ترکی کو اپنے دو سابقہ اضلاع جنہیں بوسینا اور ہرزی گووینا کہا جاتا ہے آسٹریلوی شہنشاہیت کو دینے پر رضامند ہونے کیلئے مجبور کیا گیا لیکن ان دو اضلاع کے عوام سربیا کے عوام سے قریبی تعلق رکھتے تھے جو عملاً ایک آزاد ریاست بن چکے تھے اس لئے سربیا کی نئی ریاست اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ یہہ بات سربیائی قوم پرستی اور آسٹروی سامراجی مفادات کے درمیان تنازعہ کا ایک نازک نکتہ بن گئی۔ درحقیقت یہی جھگڑا تھا جس نے 1914 میں پہلی عالمگیر جنگ کیلئے فوری وجہہ فراہم کی۔

19 ویں صدی میں ترکی حکومت سے بلقان ریاستوں کی آزادی کا عمل مکمل نہیں ہوا 20 ویں صدی کے اوائل تک بھی رومانیہ کے بعض حصہ اور دوسرے علاقوں کی طرح ترکی حکومت کے تحت تھے تاہم سربیا، مانٹی نیگر اور رومانیہ عملاً آزاد نئی ریاستیں بن گئیں۔ 1908 میں ترکی میں بھی ترکی سلطان کے خلاف انقلاب آیا جسکی حکومت بدعنوان اور انتہائی جابرانہ تھی۔ اسکو نوجوان ترک انقلاب کہا جاتا ہے اسطرح ترکی میں عوامی حکومت اور قوم پرستی کے تصورات بہت طاقتور ہوتے گئے مگر نوجوان ترک انقلاب کی کامیابی نے یورپ اور ایشیاء کے بعض حصوں میں ترکی شہنشاہیت کو ختم نہیں کیا۔ جنوب مشرقی یورپ میں ترکی حکومت سے نفرت کی جاتی تھی۔ رومانیہ، سربیا، بلغاریہ جیسے نو آزاد ممالک اپنی توسیع اور استحکام کے لیے ترکی سے لڑنے کی کوشش کر رہے تھے اس عمل میں ان ممالک نے دوسری یورپی طاقتوں کی دوستی حاصل کرنے کی کوشش کی اسکے نتیجہ میں جنوب مشرقی یورپی ممالک اور برطانیہ، روس، فرانس اور جرمنی جیسی بعض بڑی طاقتوں کے درمیان اتحاد قائم ہوا۔

دوسری اہم حقیقت یہ ہے کہ یہ نئے ممالک علاقوں کی وسعت کے لیے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے یہ بھی قوم پرستی کے احساسات کا نتیجہ تھا۔ مثال کے طور پر ایک ملک یہہ کہتا تھا کہ دوسرے پڑوسی ملک کے کنٹرول میں واقع ایک چھوٹے علاقے میں آباد عوام کا تعلق اسکی قومیت سے ہے اور اس لئے وہ چھوٹا علاقہ اسکا ہے اس انداز میں خود بلقانی ممالک مثلاً بلغاریہ، سربیا، یونان کے درمیان آپس میں تلخ جھگڑے ہوئے جبکہ یہہ ترکی کو شکست دینے میں متحد تھے۔ یہہ آپس میں بٹے ہوئے تھے۔ ان جھگڑوں میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، آسٹریا اور روس بلقان تنازعہ کے مختلف فریقوں کو مدد دے رہے تھے۔ 1912 میں ان چھوٹے بلقانی ممالک کے درمیان دو بلقانی جنگیں لڑی گئیں۔ ان جنگوں میں گوکہ بالراست نہیں لیکن بڑی طاقتیں ملوث تھیں۔

ان جنگوں میں گوکہ بڑی طاقتیں راست طور پر ملوث نہیں تھیں لیکن وہ ڈھکے چھپے انداز میں شامل رہیں۔

ان تنازعات کی اہمیت کا تجزیہ درجہ ذیل انداز میں کیا جاسکتا ہے۔

(1) ان سے سامراجیت سے آزادی پانے والے نئے ممالک پر بھی قومی رقابتوں کے اثرات ظاہر ہوتے رہے۔

(2) یہ جھگڑے ایک جانب یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح سے ایک علاقے کی ریاستوں (علاقہ بلقان کی صورت میں) کے درمیان اتحاد کی صورت میں دیگر ریاستیں ان کی مخالفت میں اتحاد کرتی رہی ہیں اور ان میں بڑی طاقتیں اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بالراست طور پر ملوث رہیں۔ دوسرے الفاظ میں بڑی طاقتوں کے درمیان مفادات کے تصادم کا چھوٹی طاقتوں کے درمیان تصادمات پر بڑا خطرناک اثر پڑا۔

(3) بلقانی جنگیں اسکو بھی ظاہر کرتی ہیں کہ یورپی سیاست پر جنگ جیسا ماحول پھیل چکا تھا اسکو دوسرے انداز سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ یورپ کی بڑی طاقتیں پہلے ہی دو مختلف خیموں میں بٹ گئیں تھیں اور ایک بڑی جنگ کی پیش قیاسی کی جاتی تھی۔ بلقانی جنگوں نے نہ صرف جنوب مشرقی یورپ میں عسکری ماحول کو ابھار دیا بلکہ ایک آنیوالی بڑی جنگ کیلئے ریہرسل کروایا جو پہلی عالمی جنگ تھی۔

1.1.5 معاہدات اور جوابی معاہدات کی تشکیل

اب ہم یورپ کے بڑے طاقتی فوجی بلاکوں میں تقسیم کا مختصر تذکرہ کریں گے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے 19 ویں صدی کے نصف میں یورپ کے اندرونی تنازعات نے اور نو آبادیات پر تسلط کے متعلق تنازعات نے یورپ میں بڑی تناؤ کی کیفیت پیدا کردی۔اس سارے وقفہ میں یورپی طاقتیں معاہدات کرتیں اور بدلتی رہیں جن سے بلاآخر 20 ویں صدی کی پہلی دہائی میں ممالک یا معاہدات کے دوگروہ ابھرے جو 1882 میں جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور اٹلی پر مشتمل سہ طرفی معاہدہ ترتیب دیا گیا یہ معاہدہ لازمی طور پر جرمنی کی ان کاوشوں کا نتیجہ تھا جسکے ذریعہ جرمنی ایسے حالات کو ٹالنے کے لیے کوشاں تھا جن سے فرانس کی جانب سے اس پر حملہ اور بلقان میں روس کی طرف سے جنگ کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ تاہم اس معاہدہ سے اٹلی کی وفاداری غیر یقینی تھی کیونکہ اسکا اصل نشانہ آسٹریا' اور ہنگری سے (جو معاہدہ کا رکن تھا) یورپ میں علاقے ہتیانا اور فرانس کی مدد سے بعض آفریقی نو آبادیات کو جیت لینا تھا۔

جرمنی کے سہ طرفہ اتحاد کے جواب میں فرانس اور روس کے درمیان دو طرفہ اتحاد وجود میں آیا۔ یہ معاہدہ جرمنی کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کیلئے کیا گیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح فرانس کو جرمنی سے خوف تھا اور یہہ دو ممالک نوآبادیاتی رقابتوں اور یورپی مفادات کی وجہہ سے ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے تھے۔ روس اور جرمنی بھی ایک عرصے سے ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ برطانیہ" شاندار تنہائی Splendid Isolation کی پالیسی پر عمل پیرا تھا جسکے ذریعہ اس نے یورپی آویزیشوں سے خود کو علحدہ رکھنے کی کوشش کی اور اس نے فرانس کیساتھ (1904 میں) اور روس کیساتھ (1907 میں) امن کے معاہدات کیے۔ ان معاہدات کی وجہہ جرمنی کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور برطانیہ کا یہ خوف تھا کہ جرمنی کی بحری اور عسکری طاقت اسکے اثر اور طاقت کیلئے خطرہ بن جائیگی اسی خوف کی وجہہ سے برطانیہ نے فرانس اور روس سے مفاہمت کی۔ اسطرح 1907 تک برطانیہ، فرانس اور روس پر مشتمل ایک سہ طرفہ معاہدہ امن وجود میں آیا۔ معاہدہ امن کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ یہہ سہ طرفہ معاہدہ باہمی مفاہمت پر مبنی ایک ڈھیلا ڈھالا گروہ تھا یہہ جرمنی کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ سہ طرفہ معاہدہ امن کے وجود میں آتے ہی جرمنی نے محسوس کیا کہ اسکو یکہ و تنہا کیا جارہا ہے اور دشمنوں کا حلقہ اسکو گھیرے میں لے رہا ہے اس لئے 1907 سے 1914 تک جرمنی نے معاہدہ امن کو توڑوانے کی اور آسٹریا کے موقف کو مضبوط کرنے کی کوشش کی جو بلقان میں اس کا واحد وفادار اتحادی تھا اور اس نے ترکی کو اپنی طرف لینے کی کوشش کی۔ یہاں اس بات کا ذکر اہم ہے کہ ترکی کے تعلق سے بڑی طاقتوں کے رویہ میں کسطرح بعض اہم تبدیلیاں آئیں۔ اس سے پہلے جرمنی، آسٹریا اور ہنگری ترکی کے خلاف تھے لیکن اب انھوں نے ترکی کیساتھ معاہدہ کرلیا۔

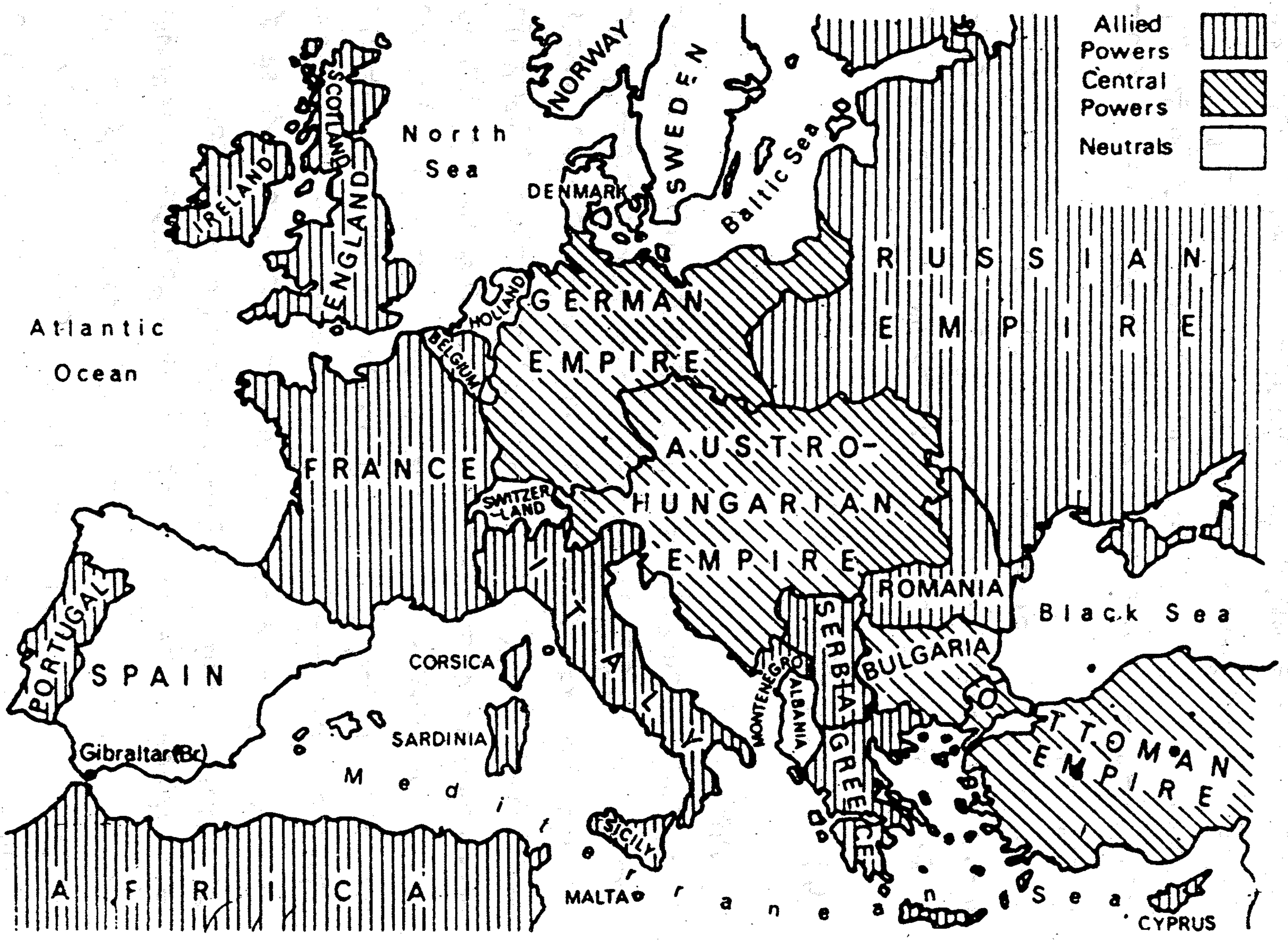
Allied Powers
Central Powers
Neutrals
North Sea
NORWAY
SWEDEN
DENMARK
Baltic Sea
IRELAND
SCOTLAND
ENGLAND
Atlantic Ocean
HOLLAND
BELGIUM
GERMAN EMPIRE
RUSSIAN EMPIRE
AUSTRO-HUNGARIAN EMPIRE
FRANCE
SWITZER-LAND
ROMANIA
Black Sea
PORTUGAL
SPAIN
CORSICA
SARDINIA
ITALY
MONTENEGRO
ALBANIA
SERBIA
BULGARIA
GREECE
OTTOMAN EMPIRE
Gibraltar(Br.)
Mediterranean Sea
SICILY
MALTA
CYPRUS
AFRICA

1914 تک یورپ ایک دوسرے کی مخالفت کرنے والے ممالک کے دو گروہوں میں بٹ چکا تھا ایک گروہ میں فرانس روس، برطانیہ اور ان کے اتحادی شامل تھے اور دوسرا گروہ جرمنی، آسٹریا، ہنگری، ترکی اور ان کے اتحادیوں پر مشتمل تھا۔ ایک دوسرے کے مخالف۔ ان گروہوں کے وجود میں آنے سے یہہ بات ناگزیر ہوگئی کہ ان ممالک میں سے کسی ایک کے تعلق سے کوئی تصادم کل یورپی جنگ میں تبدیل ہوجائے گا۔ چونکہ اکثر یورپی ریاستیں سمندر پار سلطنتیں رکھتی تھیں اور ان کو توسیع دینا چاہتی تھیں اسلئے ایک کل یورپی جنگ کا ایک عالمی جنگ بن جانا لازمی تھا اور یہی کچھ 1914 اور 1918 کے درمیان ہوا۔

جس طرح پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ معاہدات اور جوابی معاہدات کی تشکیل اور طاقتوں کے درمیان رفاقتوں میں تبدیلی توازن قوت کی پالیسی کے نتیجہ میں ہوتی رہی۔ اس پالیسی کو اس وقت بین الاقوامی تعلقات میں اہم ترین اصول قرار دیا گیا اس پالیسی کے مطابق ایک طاقتور قوم یا قوموں کے طاقتور گروہ کو بین الاقوامی منظر پر غلبہ کا موقع نہیں دینا چاہئے اور اس لئے دوسری ریاستوں کے درمیان معاہدات کے ذریعہ ایک طاقتور قوم یا قوموں کے ایک طاقتور گروہ کو بنانا چاہئے اس طرح معاہدہ کا جواب دوسری جانب معاہدہ کے ذریعہ دینا چاہئے۔ قوت کے توازن کا تصور بین الاقوامی تعلقات کے نظریہ میں ایک اہم تصور بن گیا۔ ریاستوں کے گروہ کی تشکیل کو پڑوسیوں اور دیگر طاقتور ریاستوں کی جارحیت کے خلاف چھوٹی ریاستوں کیلئے ایک تحفظ قرار دیا گیا۔ یہ بات کسی حد تک صحیح تھی۔ عالمی حکومت کی عدم موجودگی میں قوت کے توازن سے قوموں کے درمیان کسی حد تک امن قائم رہتا ہے اور چھوٹی ریاستوں کو تحفظ ملتا ہے لیکن قوت کے توازن کے خطرات بھی کئی ہیں اس سے عسکری بلاکس کی ہمت افزائی ہوئی ہے اسلحہ کی دوڑ شروع ہوتی ہے اور بالآخر جنگیں واقع ہوتی ہیں۔ 19 ویں صدی میں یورپی سیاست کی کہانی اسکی ایک اچھی مثال ہے۔

1.1.6 صنعتی سرمایاداریت کا عروج

یورپ میں سرمایاداریت کی ترقی ایک بہت اہم تبدیلی تھی جو یورپ میں واقع ہوئی صنعتی انقلاب نے ملکوں کی معاشی دولت کو حیرت انگیز حد تک تبدیل کردیا۔ سابقہ غریب زرعی ممالک صنعتی ترقی کی وجہہ سے امیر بن گئے اگرچیکہ صنعتی انقلاب اور سرمایاداریت نے محنت کش طبقات کو بہت غریب بنادیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ مجموعی حیثیت میں یہہ قومیں امیر بنتی گئیں اور بہت طاقتور ہوتی گئیں۔

کئی یورپی ممالک کے صنعتیانے کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعہ راست طور پر نوآبادیت میں شدت اور توسیع ہوتی گئی اور بیرون ملک سامراجیت عالم وجود میں آئی۔ سرمایاداریت میں صنعتوں کیلئے کئی خام مالوں کی اور صنعتی پیداوار کیلئے منڈیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نوآبادیاتی مقبوضات خام مال فراہم کرنے والوں کی حیثیت میں خدمت انجام دینے لگے اور ساتھ ہی ترقی یافتہ قوموں کے تیار شدہ سامان کیلئے منڈیاں بھی بن گئے لیکن بہرحال دنیا چھوٹی ہے اور برطانیہ اور فرانس کی طرح کی بعض طاقتور قوموں نے بڑے وسیع علاقے نوآبادیات کے طور پر حاصل کرلیے تھے اور تھوڑا سا علاقہ نئے ترقی یافتہ ملکوں (مثلاً جرمنی اور اٹلی) کیلئے نوآبادیات قائم کرنے کی خاطر دستیاب تھا اسطرح نوآبادیات کیلئے ایک مسابقتی دوڑ یورپی ممالک میں سرمایاداریت کے پھیلاؤ کے راست نتیجہ کے طور پر شروع ہوئی۔

نوآبادیات کیلئے مسابقت کے نتیجہ میں کشیدگی پیدا ہوئی جس نے پھر یورپی قوموں میں فوجی طاقت کو بڑھانے کا خیال پیدا کیا۔ مثال کے طور پر برطانیہ اور فرانس کے مقابلے میں جرمنی اور اٹلی نے اپنی بحری طاقت کو پھیلایا۔ بحری فوج کے علاوہ بری فوج کی تعداد بھی یورپ کی طاقتوں میں بڑھنے لگی اس کی وجہہ یورپ کے اندر رقابتیں تھیں جس کا ہم ذکر کرچکے ہیں اس رجحان کو سامراجی مسابقت کے نتیجہ میں یورپ کو فوجیانہ یا Militerisation of Europe کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے بعض سرکردہ سیاسی مفکرین اور ماہرین معاشیات کہتے ہیں کہ سرمایاداریت سامراجیت کی طرف لے جاتی ہے اور سامراجیت جنگ کی طرف لے جاتی ہے۔

صنعتی انقلاب اور عسکریت میں ایک اور تعلق بھی ہے۔ سرمایاداریت کے تحت صنعتی اور سائنسی ترقی کے نتیجہ میں اسلحہ جنگی سازوسامان کے تعلق سے کئی ٹکنالوجیکل دریافتیں ہوئی۔ اصل رائفل ہتھیار جیسے تیز سرعت رائفل، بندوق اور فوجوں کیلئے کئی دوسرے ہتھیار ایجاد کیے گئے اسی دور میں دھماکہ خیز بم ایجاد ہوئے۔ اس سے زیادہ اہم ایجاد بری فوج کیلئے ٹینک کی، بحریہ کیلئے آبدوز کی اور ہوائیہ کیلئے ہوائی جہازوں کی ہے ان دریافتوں نے جنگ بازی کی نوعیت کو مکمل طور پر تبدیل کردیا۔ اسکے علاوہ زہریلی گیس اور دوسرے کیمیاوی مرکبات بھی عام ہوگئے۔ ان دریافتوں اور یورپی پالیسیوں میں بڑھتی ہوئی عسکریت کی وجہہ سے کئی لوگ ایک جدید جنگ کے نتائج سے ڈرنے لگے۔ اس رجحان کے نتیجہ میں اسلحہ کی حد بندی کی کوششیں ہوئیں اور اسطرح جنگ کو ٹالا گیا۔ ہم ان تبدیلیوں پر بعد میں غور کریں گے۔

سرمایاداریت کے عروج کا ایک راست نتیجہ یورپ اور امریکہ میں محنت کش طبقات کی تحریکات کے عروج میں ظاہر ہوا۔ صنعتیانے کے نتیجہ میں فوری طور پر محنت کش طبقات اور سماج کے دوسرے غریب طبقات تکالیف میں مبتلا ہوئے، معاشی عدم مساوات بہت بڑھ گئی۔ سرمایاداریت کے اثرات کے خلاف محنت کش طبقات معاشی تحفظات کا مطالبہ کرنے لگے۔ سرمایاداریت کے ان اثرات نے اکثر وقتاً فوقتاً بیروزگاری محنت کش طبقوں کی صحت کی ابتری اور سرمایادار ممالک میں معاشرے کے غریب طبقوں کے افلاس کی صورت اختیار کی۔ سوشلزم کے تصور نے اثر پیدا کرلیا اور کئی قسم کے سوشلسٹ نظریات ابھر کر آئے۔ محنت کش طبقات نے خود کو ٹریڈ یونینوں میں متحد کرنا شروع کیا۔ اسطرح محنت کش طبقات کی تحریکات اور سرمایادار طبقات کے درمیان تصادم صنعتی معاشروں کی ایک اہم خصوصیت بن گیا۔ 19 ویں صدی کے دوسرے نصف تک کارل مارکس نے سوشلزم کا ایک وسیع نظریہ مرتب کیا جس میں اس نے یہہ تجزیہ کیا کہ محنت کش اور سرمایادار کے درمیان تصادم ناقابل مفاہمت ہوجائیگا اس نے یہہ پیش گوئی کی کہ سرمایادار سماجوں میں محنت کش طبقات کے انقلابات آئینگے۔ مارکسزم، سوشلزم کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے مغرب میں سب سے زیادہ سرکردہ سیاسی اور معاشی تحریکوں میں سے ایک بن گیا۔ اگرچیکہ 19 ویں صدی میں کوئی کمیونسٹ انقلاب نہیں آیا لیکن محنت کش اور سرمایادار کے درمیان تصادم کے کئی واقعات ہوئے۔ سماجی کشیدگی مغربی سماجوں کا جز بن گئی اور ان ممالک کی حکومتوں نے عام طور پر محنت کش طبقات کے مطالبات کو نظر انداز کردیا یا جب یہہ نمایاں ہوگئیں تو ان تحریکات کو کچل دیا۔ کئی اہل علم یہہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کی بڑی طاقتوں کی نوآبادیات کیلئے کشمکش کا راست تعلق ان ممالک میں محنت کش طبقات کی تحریکات کو قابو میں رکھنے کی خاطر ان سرمایادارانہ ریاستوں میں صنعتوں کو جاری رکھنے سے ہے جس کی ضرورت سرمایاداریت کو تھی۔ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ سرمایاداریت نے بیرون ملک سرمایادار ممالک کے درمیان نوآبادیات کیلئے رقابتوں کا راستہ دکھایا۔ اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ

سرمایادار ریاستوں کے اندر محنت کش طبقات کی تحریکات کے دباؤ نے ان ریاستوں کو نوآبادیات کے حصول پر اور اپنے ملک کے اندر سرمایادارانہ معشیت کو قائم رکھنے پر مجبور کیا۔

سوشلزم کی طاقتیں ایک اور اہم عامل ہے جس نے یورپی سیاست کی صورت گری کی۔ کئی یورپی ممالک نے عوام کی جانب سے آزادی اور مساوات کیلئے اٹھائے گئے مطالبات سے نمٹنے کیلئے اپنے عوام کو کسی حد تک آزادی اور حقوق دیئے۔ آزادی اور مساوات کے یہہ مطالبات 19 ویں صدی میں زیادہ تر سوشلسٹ تصورات کے اثرات کا نتیجہ تھے۔ یہہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جسطرح قوم پرستی کو سیاسی جمہوریت کے مطالبہ نے فروغ دیا اسی طرح 19 ویں صدی کے سوشلسٹ تصورات نے عوام کے زیادہ غریب طبقوں کے درمیان معاشی مساوات کے مطالبہ کو ابھارا اس لئے جس طرح پچھلے صفحات میں تجزیہ کیا گیا ہے کہ 19 ویں صدی میں قوم پرستی اور قومی حق خودارادیت کے تصورات طاقتور تھے اور یہہ تصورات خود بھی جزوری طورپر سوشلسٹ تصورات سے متاثر تھے۔

سوشلزم کے اثر کا سب سے نمایاں مظاہرہ یورپ میں کمیونسٹ تحریک کے ابھرنے کی شکل میں ظاہر ہوا جس کے نتیجہ میں 1917ء میں روس میں مشہور کمیونسٹ انقلاب آیا۔ اس انقلاب نے نہ صرف روسی سامراجیت کو ختم کردیا بلکہ اس نے دنیا کی سیاست کو تبدیل کردیا۔ اسکے بعد سے کمیونزم اور کمیونسٹ انقلاب دنیا کے کمزور اور زیادہ غریب طبقات اور بالخصوص محنت کش طبقات کا حوصلہ بڑھانے کا اہم سبب بن گئے۔ اس پس منظر میں جس بات کا ذکر اہم ہے وہ یہہ ہے کہ بین الاقوامی تعلقات کے تجزیہ میں اگرچیکہ سوشلزم اور محنت کش طبقات کی تحریکات کو نمایاں نہیں کیا جاتا ہے لیکن یہہ بات اہم ہے کہ یہہ تصورات اسوقت موجود تھے جبکہ 19 ویں صدی کے یورپ میں قوم پرستی، قومی حق ارادیت، سیاسی جمہوریت کی تحریکوں کی لڑائی سامراجیت کے خلاف چل رہی تھی۔ تاہم پہلی عالمگیر جنگ کے بعد سوشلزم عالمی سیاست میں راست طورپر ایک بہت اہم قوت بن گیا۔

1.1.7 دنیا کے دوسرے حصوں پر یورپ کا غلبہ

اس مرحلے کے دوران ساری دنیا پر یورپ کا غلبہ بین الاقوامی تعلقات کی ایک اور اہم خصوصیت ہے۔ یورپی غلبہ میں کئی عوامل نے حصہ ادا کیا پہلی بات یہہ کہ صنعتی انقلاب یورپ میں آیا اور اس نے کئی میدانوں میں یورپ کو ترقی کے قابل بنایا۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی جو پہلے سے جاری تھی اس نے یورپ کو دنیا کا اہم ترین علاقہ بنادیا۔ دوسرے یہہ کہ اس سائنسی، صنعتی اور معاشی ترقی کی وجہہ سے یورپ دنیا کے دوسرے حصوں بالخصوص ایشیاء اور آفریقہ میں سامراجیت قائم کرسکا۔ جس طرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے یورپ کی صنعتی سرمایاداریت نے دنیا کے حصوں پر سامراجیت کے راستے کی رہنمائی کی۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے یورپ کو نئی قسم کی فوجی طاقت حاصل کرنے کے قابل بنایا جس کے ذریعہ وہ دنیا کے دوسرے حصوں پر غلبہ حاصل کرسکے اسطرح بڑھتی ہوئی معاشی طاقت اس معاشی طاقت کے تقاضوں اور بڑھتی ہوئی عسکری برتری دونوں نے یورپ کو دنیا پر راست یا بالواسطہ حکمرانی کے قابل بنادیا۔ یہی وجہہ ہے کہ 19 ویں صدی کے دوران اور

موجودہ صدی کے دوران بھی یورپی سیاست عالمی سیاست کی شکل کو متعین کرتی ہے ۔ 20 ویں صدی کے آغاز تک بعض غیر یورپی طاقتیں بھی عالمی امور میں اہمیت حاصل کرنے لگیں ان میں سب سے زیادہ نمایاں ریاست ہائے متحدہ امریکہ یو ایس اے اور جاپان ہیں ۔

1.1.8 یو ایس اے اور جاپان کا عروج

یو ایس اے 1776 میں امریکی جنگ آزادی کے بعد آزاد ہوا لیکن ایک لمبے عرصے تک بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہا اس لئے اس کی پالیسی کو تنہائی پسندی کہا جاتا ہے یعنی دوسری قوموں کی سیاست سے الگ تھلگ رہنا۔ 19 ویں صدی میں امریکہ میں بھی صنعتی انقلاب آیا ۔ امریکہ کی وسعت اور اس میں دستیاب معدنیاتی اور معاشی وسائل کی وجہ سے امریکہ 19 ویں صدی کے اوآخر تک ایک بہت طاقتور صنعتی قوم بن گیا ۔ یو ایس اے امریکی براعظم کے ممالک بالخصوص جنوبی امریکہ کے ممالک پر اپنا اثر استعمال کررہا تھا ۔ اگرچہ کہ یو یس اے ایک نمایاں سامراجی طاقت نہیں بنا مگر تیز رفتار صنعتیانہ اور دنیا پر اثر انداز ہونے کی خواہش کی وجہ سے اس نے قابل لحاظ بحری طاقت حاصل کرنا شروع کی اور اس طاقت کے ذریعہ اپنے علاقوں سے بہت دور دنیا کے دوسرے حصوں میں اپنا اثر استعمال کرنے لگا ۔ یو یس اے بالخصوص بحرالکاہل علاقے پر اثر بڑھانے میں دلچسپی رکھتا تھا یہ علاقے یو یس اے کے مغرب میں ہیں اور اس وقت تک ایشیاء کے مشرق بعید میں جاپان ایک طاقتور قوم بن کر ابھرچکا تھا ۔ دنیا کے اس حصہ میں بتدریج یو یس اے اور جاپان رقیب بن گئے کیوں کہ دونوں اس علاقے کی سب سے بااثر طاقت بننا چاہتے تھے ۔

جاپان : اگرچہ کہ جاپان ایک قدیم تمدن ہے مگر یہ 19 ویں صدی کے آخر تک نمایاں حیثیت میں نہیں ابھرا ۔ 19 ویں صدی کے دوران اس نے تیزی سے ترقی کی ۔ صنعتیانہ کو اختیار کیا اور ایک طاقتور مرکزیت رکھنے والی ریاست بن گیا ۔ اگرچہ کہ یہ ملک رقبہ میں چھوٹا ہے مگر اس کی آبادی کی کثرت کئی یورپی ملکوں کی آبادی سے بہت زیادہ ہے ۔ 19 ویں صدی کے اوآخر کے دوران روس اور جاپان میں تصادم ہوا ۔ روس نے اپنے ملک کو مشرقی ایشیاء میں دور تک وسعت دی اور جاپان جیسے ہی طاقتور ہوا وہ اور روس دونوں ہی چین پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے ۔ ان دونوں ممالک کے درمیان ایک تنازعہ شروع ہوا جسکے نتیجہ میں 1905 میں جنگ ہوئی اس جنگ میں ایک مشہور بحری لڑائی میں جاپان نے روس کو شکست دے دی جس نے دنیا کی کئی قوموں کو حیرت زدہ کردیا کہ نسبتا ایک چھوٹے اور نئے ابھرتے ہوئے جاپان نے ایک بڑی اور قدیم روسی سامراجیت کو شکست دے دی اسطرح جاپان وہ واحد ایشیائی طاقت تھا جس نے 20 ویں صدی کے اوائل ہی میں عالمی امور میں نمایاں مقام حاصل کرلیا ۔ اگرچہ کہ جاپان نے پہلی عالمگیر جنگ کے دوران کوئی اہم حصہ ادا نہیں کیا مگر یہ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد دنیا کی سیاست میں بڑی طاقتوں میں سے ایک بن گیا ۔ 20 ویں صدی کے پہلے نصف میں عالمی سیاست میں اسکا رول اتنا بڑا ہے کہ وہ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران اس کا ایک اہم فریق رہا ۔

چین: دنیا کی قدیم ترین تہذیب اور آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا ملک چین ہے جو 19 ویں صدی میں غیر نمایاں اور کمزور رہا۔ اگرچہ کہ یہہ ہندوستان اور کئی دوسرے ایشیائی ممالک کی طرح کسی یورپی طاقت کی نوآبادی نہیں بنا مگر ان شہنشاہوں کی کمزوری کے نتیجہ میں جو چین پر حکومت کرتے تھے یہہ ملک کمزور اور غیر متحد رہا۔ یورپی طاقتوں اور جاپان نے اپنے معاشی اغراض کیلئے چین کا استحصال کرنا شروع کیا۔ پھر ایک مرتبہ چین سے زیادہ سے زیادہ رعایتیں حاصل کرنے کی کوشش میں یوروپی قوموں یو ایس اے اور جاپان کے درمیان رقابتیں شروع ہوئیں بہرصورت چین 20 ویں صدی کے اوائل میں بھی بیرونی طاقتوں کے بلواسطہ غلبہ کا ستم رسیدہ رہا۔ 1911 میں چین میں ایک عوامی انقلاب آیا جس نے شہنشاہیت کو ختم کردیا اور ایک ریپبلک قائم کی اس وقت سے چین عالمی سیاست میں کچھ اہم حصہ ادا کرنے لگا۔

1.1.9 جنگوں کو ٹالنے کی کوشش

عسکریت کے عروج بھاری فوجوں میں اضافہ کیساتھ نئے ہتھیاروں کی دریافتوں سے یورپ میں کئی لوگ جنگ کے امکان سے خوف کھانے لگے جبکہ تاریخ کے سارے عرصے میں جنگیں ہوتی رہی ہیں مگر 19 ویں صدی کی تبدیلیوں سے عوام یہہ محسوس کرنے لگے کہ اب کے بعد جنگیں انسانیت کیلئے تباہی لائیں گی۔ اس لئے اس وقفہ کے دوران کئی کوششیں جنگ کے مواقع کو محدود کرنے اور کم از کم جنگ سے ہونے والے نقصانات کو محدود کرنے کیلئے کی گئیں۔ ان کوششوں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1.1.10 جنگ کی مساعی کو محدود کرنے کی کوششیں

انیسویں صدی کے اواخر تک یوروپی مدبرین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جنگوں کی وجہ سے ہونے والے نقصانات اور تباہیوں کو محدود کرنا چاہیے۔ اسی صدی کے اختتامی مراحل میں مسلسل کئی بین الاقوامی کانفرنسیں ہیگ (ہالینڈ کے صدر مقام) میں منعقد ہوئیں جن میں یوروپی ریاستوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جنگ میں ملوث ریاستوں کے رویوں پر پابندی عائد کی جانی چاہیے چونکہ خاص ہتیاروں مثلاً زہریلی گیس کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی (دیگر ایسے معاہدات بھی ہوئے جو جنگی قیدیوں کے تبادلے کے ضمن میں کیے گئے۔ ریڈ کراس کی سرگرمیوں کو وسعت دینے کے بھی معاہدے طئے پائے۔ (ریڈ کراس ایسا ادارہ ہے جسے 1850 کے دوران اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ وہ دوران جنگ زخمیوں کو ہنگامی اور ابتدائی طبی امداد بہم پہنچایے)۔ عالمی مدبرین اور سیاست دانوں نے پہلی مرتبہ Disarmament تخفیف اسلحہ یعنی ہتیاروں میں کمی کے تعلق سے غور وفکر کیا۔ یہ حقیقت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ کس طرح افواج کی تعداد میں زیادتی اور خطرناک اور بڑے پیمانے پر تباہی کا باعث بننے والے جدید ہتیاروں کی ایجادات بنی نوع انسان کے وجود کے لیے خطرہ بن گئی تھیں۔

1.1.11 بین الاقوامی تنظیموں کے قیام کی کوششیں

عالمی مدبرین اور دیگر سرکردہ لوگ جنگوں کو روکنے یا کم کرنے کے بارے میں بھی سوچ رہے تھے انہوں نے محسوس کیا کہ قوموں کے درمیان جنگیں اس لئے ہوتی ہیں کہ قوموں کے درمیان تنازعات کو طے کرنے کی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ قانونی عدالت یا مصالحت کنندگان جیسے ادارے ممالک کے درمیان تنازعات کو طے کرنے کے لئے موجود نہیں تھے اگرچیکہ اس سے قبل ایسی تنظیمات کیلئے کوششیں ہوئی تھیں لیکن انھیں زیادہ کامیابی نہیں ملی۔ 19 ویں صدی کے اختتام تک اس طرح کی ایک بین الاقوامی تنظیم کے قیام کی خواہش پھر ایک مرتبہ ابھر کر سامنے آنے لگی۔ یہی وہ خواہش ہے کہ جس کے نتیجہ میں بلاآخر پہلی عالمگیر جنگ کے بعد مجلس اقوام کی تخلیق ہوئی۔

اگرچہ کہ پہلی عالمگیر جنگ سے پہلے ایک عام بین الاقوامی تنظیم قائم نہیں کی جاسکی کیوں کہ دنیا کے ممالک میں اس کے لئے دلچسپی کم تھی مگر ایک کانفرنس کے نتیجے کے طور پر جس کا ذکر ہوچکا ہے بین الاقوامی ثالثی عدالتیں جیسی تنظیمات قائم ہوئیں۔ ان کا مقصد قوموں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو طے کرنا تھا۔ تاہم اس بات کو نوٹ کیا جائے کہ اکثر قومیں اسطرح کے تصفیہ کیلئے اپنے جھگڑوں کو رجوع کرنے تیار نہیں تھیں یہہ بات اس وجہ سے تھی کہ قوموں کے درمیان اسوقت جو جھگڑے اٹھے ان میں کئی ایسے تھے کے درحقیقت ان کا تصفیہ عدالتی فیصلوں سے نہیں کیا جاسکتا تھا اس کے باوجود ان ثالثی عدالتوں کا قیام کسی حد تک اس خواہش کی علامت ہے کہ قوموں کے درمیان جھگڑوں کو جنگوں میں بدلنے سے روکا جائے۔ اسطرح ان مختلف قسم کی رقابتوں، مسابقتوں اور کشیدگیوں نے جو یورپ نے 19 ویں صدی میں پیدا کیں کسی حد تک (اگرچیکہ بہت محدود پیمانے پر) سیاستدانوں کو جنگوں پر قابو پانے اور قوموں کے درمیان جھگڑوں کو روکنے کے لئے بین الاقوامی تنظیمات کی تخلیق کے بارے میں سوچنے پر آمادہ کیا تاکہ جنگوں کے ذریعہ انسانوں اور املاک کی تباہی نہ ہو۔

1.2 پہلی عالمگیر جنگ۔

پہلی عالمگیر جنگ کا ابتدائی سبب بڑی طاقتوں کے جھگڑے نہیں ہیں بلکہ بلقانی ریاستوں کے قوم پرستانہ جھگڑے اسکا سبب بنے۔ ہم بیان کرچکے ہیں کہ 1878ء میں بوسنیا اور ہرزی گوینا کے دو چھوٹے اضلاع ترکی کی جانب سے آسٹریا کو دیئے گئے تھے لیکن سربیا نے مخالفت کی اور دعوی کیا کہ یہہ اضلاع اس کے ہیں۔ ان آسٹروی حکمرانی کے خلاف لڑنے کے لئے ایک قوم پرستانہ تحریک شروع ہوئی۔ آسٹریا نے اس تحریک کو کچلنے کی پالیسی اختیار کی یہاں پھر ایک مرتبہ ہم جنوب مشرقی یورپ اور سامراجیت کے درمیان تصادم دیکھتے ہیں۔ قومی خود ارادیت کی یہہ تحریک جاری رہی۔ 1914 میں جب کہ آسٹریا کا ولیعہد بوسینا میں ایک شہر سراجیو (Sarajevo) کا دورہ کررہا تھا اسکو بعض قوم پرست احتجاجیوں نے قتل کردیا۔ آسٹریا نے اس کے لئے سربیا کو ذمہ دار قرار دیا اور اس کو الٹی میٹم دیا۔ اس الٹی میٹم میں مطالبہ کیا گیا کہ سربیا عملا کچھ علاقہ اسٹریا کے حوالے کردے اور سربیا آسٹریا کا ماتحت بن جائے۔ سربیا اس الٹی میٹم پر رضامند نہیں ہوا کیونکہ اس کو قبول کرنے سے اس کی آزادی ختم ہوجاتی تھی۔ آسٹریا نے سربیا کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کردی

[library stamp]

اسی اثناء میں روس جو خود کو بلقانی ریاستوں کا ایک محافظ سمجھتا تھا اور سربیا کی تائید پر ڈٹا ہوا تھا اس نے یہہ مطالبہ کیا کہ آسٹریا سربیا کے خلاف جنگ شروع نہ کرے۔ روسیوں نے بھی آسٹریا کے خلاف جنگ کے لئے اپنی تیاریاں شروع کردی۔ پھر جرمنی نے آسٹریا کے خلاف جنگ کی تیاریوں پر روس کو وارننگ دی کیونکہ آسٹریا اور جرمنی کے درمیان دوستی تھی اور معاہدہ بھی تھا۔ اس مرحلہ پر فرانس نے جو روس سے معاہداتی تعلقات رکھتا تھا جرمنی کو وارننگ دی۔

جیسے ہی آسٹریا نے سربیا پر حملہ کیا تمام بڑی طاقتوں اور دیگر کئی چھوٹی طاقتوں کے ملوث ہونے سے پہلی عالمگیر جنگ شروع ہوگئی۔ روس، فرانس، برطانیہ اور اٹلی ایک جانب تھے جنھیں اتحادی طاقتیں کہا جاتا تھا اور آسٹریا، جرمنی اور ترکی دوسری جانب تھے جن کو مرکزی طاقتیں کہا جاتا تھا (کیونکہ جرمنی اور آسٹریا کا تعلق مرکزی یورپ سے تھا) اسطرح بڑی طاقتوں کے دو گروہ جو 20 ویں صدی کے اوئل میں ابھرے بلاآخر ایک دوسرے سے متصادم ہوکر پہلی عالمگیر جنگ کا باعث بنے۔

1916 میں یعنی جنگ کے شروع ہونے کے دو سال بعد ایک غیر یورپی طاقت یو ایس اتحادیوں کی طرفداری میں جنگ میں شامل ہوئی۔ یو ایس کے جنگ میں شامل ہونے کے اہم اسباب درج ذیل ہیں۔

(1) پہلی عالمگیر جنگ کے دوران جرمنی نے اتحادیوں کیساتھ تجارت کرنے والے امریکی جہازوں پر حملہ کرنا شروع کیا اسطرح بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی۔

(2) یو ایس اے بھی جرمنی کو عالمی امن کیلئے ایک خطرہ سمجھتا تھا اسی لئے یو ایس نے جو ایک عرصے تک علحدگی کی پالیسی (یعنی عالمی سیاست میں سرگرمی کے ساتھ ملوث نہ ہونا) کی پیروی کرتا رہا۔ اس نے جرمنی سے لڑنے کے لیے برطانیہ اور فرانس کیساتھ شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

پہلی عالمگیر جنگ دو اہم عوامل کا راست نتیجہ تھی

(1) سامراجیت اور قوم پرستی کی درمیانی کشمکش جو 19 ویں صدی کے دوران یورپ میں موجود تھی اور

(2) سامراجی طاقتوں کے درمیان شدید رقابت۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی کی جارحانہ پالیسیوں نے اس تصادم کے پیدا کرنے میں زیادہ حصہ ادا کیا۔ ہم پہلے یہہ بیان کرچکے ہیں کہ کسطرح جرمنی نے نوآبادیات کے حصول کی پالیسی اختیار کی اس کے علاوہ اس نے اپنی بری اور بحری فوج کو بھاری وسعت دی اور دنیا کے طاقتور ترین ممالک میں سے ایک بن گیا۔ جنگ کے دوران اس نے جنگ بازی کے قوانین کی خلاف ورزی کی۔ ان تمام باتوں نے دیگر قوموں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ پہلی عالمگیر جنگ کیلئے جرمنی کو ذمہ دار قرار دیں۔

گو کہ اس کے لیے جرمنی زیادہ ذمہ دار ہے لیکن دوسری طاقتیں بھی اس سے بری ذمہ نہیں۔ تقریباً ان تمام طاقتوں نے اپنی فوجی قوت کو بڑھایا۔ اس عرصہ میں اسلحہ کی دوڑ بہت شدید ہوگئی اسطرح اگر بری اور بحری فوجوں میں توسیع نہ ہوتی اور نئے قسم کے ہتھیار دریافت نہ ہوتے تو یہہ جنگ عالمی جنگ یا بڑی جنگ نہ بن سکتی کیوں کہ اس کو بڑی جنگ بھی کہا جاتا ہے۔

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU
IMC LIBRARY
Hyderabad-34.

1.3 نمونہ امتحانی سوالات

I ذیل کے ہر سوال کا جواب 30 سطروں میں لکھیے

(1) 19ویں صدی کے اواخر کے دوران یورپ کی سیاسی صورتحال میں قوم پرستی کے تصور کے اثر کا مختصر جائزہ لیجیے۔

(2) بلقان تنازعات کی اہمیت کو واضح کیجیے۔ یہ کس طرح پہلی عالمگیر جنگ کا ریہرسل تھے۔

(3) 20ویں صدی کے اوائل میں یورپ کو دو مخالف خیموں میں تقسیم کرنے والے عوامل کا جائزہ لیجیے۔

(4) جنگوں کو ٹالنے اور ان کی تباہ کاری کی قوت پر حد لگانے کی 19ویں صدی کے اواخر میں کی گئی کوششوں کا جائزہ لیجیے۔

II ذیل کے ہر سوال کا جواب 15 سطروں میں لکھیے۔

(1) عالمی سیاسی صورتحال پر صنعتی سرمایاداریت کے اثر کا جائزہ لیجیے

(2) دنیا کے دوسرے حصوں پر یورپ کے غلبہ کے اسباب بیان کیجیے۔

(3) وہ فوری وجوہات کیا ہیں جن پر 1914 کی جنگ چھڑی۔ اس کو ایک عالمگیر جنگ کیوں کہا جاتا ہے۔

مصنف: آر وی آر چندر شیکھر راؤ
سری کے رگھوناتھ

مترجم: ڈاکٹر سلطان عمر

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE LIBRARY * MANUU * HYDERABAD *
Accn. No BA-02...
Date 03.08.201...

اکائی۔ 2 : معاہدہ وارسائی

ساخت

2.0 مقاصد
2.1 تمہید
2.2.0 وہ پالیسیاں جنہوں نے معاہدہ وارسائی کی صورت گری کی
2.2.1 پہلی عالمی جنگ میں امریکہ کا داخلہ
2.2.2 خفیہ معاہدات کی موجودگی
2.2.3 روسی انقلاب
2.3 جرمنی کی شکست۔ وارسائی کانفرنس
2.4.0 معاہدہ وارسائی
2.4.1 جرمنی کے تعلق سے علاقہ جاتی تصفیہ
2.4.2 معاشی دفعات
2.4.3 فوجی دفعات
2.4.4 دوسرے دفعات
2.4.5 دوسرے علاقوں کے تعلق سے دفعات
2.5.0 دیگر مرکزی طاقتوں سے معاہدات
2.5.1 معاہدہ سینٹ جرمین
2.5.2 معاہدات نویری و تری نان
2.5.3 معاہدہ سیوری
2.6 معاہدہ کا جائزہ
2.7 نمونہ امتحانی سوالات

2.0 مقاصد

اس اکائی کو مکمل کرلینے کے بعد آپ اس قابل ہوجائینگے کہ

- ان حالات کی وضاحت کرسکیں جس میں
- معاہدہ وارسائی کیا گیا

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE MANUU IMC LIBRARY Hyderabad-34.